Maarif

Article on

SHAIKH ISA JUNDULLAH

BURHANPUR

SHAIKH FARID

Page no 217-229

September 1956

جلد ۷۸ ماہ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۵۶ء عدد ۳

فہرست مضامین

حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ

از

جناب شیخ فرید صاحب لکچرار ربرٹسن کالج جبلپور

دسویں صدی ہجری کے نصف اول میں سیاسی انقلابات اور اس سے پیدا شدہ انتشار اور طوائف الملوکی کے باعث سندھ کے اکثر علماء اور فضلاء اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر ہندوستان کے مختلف گوشوں میں ہجرت کر گئے، ان انقلاب زدگان میں ایک بزرگ نامور خاندان حضرت شیخ قاسم کا بھی تھا، جو احمد آباد اور ایلچپور ہوتا ہوا برہان پور کی سرزمین میں آکر اقامت پذیر ہوگیا، اس خاندان کے قدیم شجرہ[1] میں دوسرے افراد کا سیوہان اور ٹھٹہ (سندھ) اور عربستان میں ہجرت کر کے مقیم ہونا بتلایا گیا ہے،

اس مضمون میں شیخ قاسم کے خلف الصدق حضرت شاہ عیسیٰ[2] کا تذکرہ مقصود ہے،

نام ونسب | شیخ عیسیٰ نام، ابو البرکات کنیت، جنداللہ، عین العرفا، مسیح الاولیاء لقب، اور جندی تخلص ہے،

شیخ اسمٰعیل فرحی نے کشف الحقائق[3] میں جو سلسلۂ نسب بیان کیا ہے وہ حضرت شہاب الدین

---

[1] شجرۂ خاندان حضرت قاسم (مملوکہ حکیم لاڈلے صاحب ملکاپوری) [2] یہ مضمون راقم السطور کے مقالہ "برہان پور کا فارسی ادب" کا ایک جزو ہے، جو کل ہند تعلیمی کانفرنس ۱۹۳۵ء ناگپور میں پڑھا گیا تھا، اس مضمون کی تیاری میں تمام مخطوطات حضرت مولوی سید احکام اللہ صاحب بخاری کے کتبخانے کے استعمال کیے گئے ہیں، احقر موصوف کے کرم خاص کے لیے سراپا سپاس ہے [3] کشف الحقائق ورق ۴

سندھی تک پہنچتا ہے۔

آبائی وطن | حضرت شیخ عیسیٰ کے آباء و اجداد کا وطن قصبۂ پاٹ (سندھ) تھا، اس قصبہ کی بنا و آبادی میں ان بزرگوں کا مقدس ہاتھ تھا، اور ان کے قدوم کی برکت سے اس کی آبادی اور ترقی میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔[1]

ہمایوں کی شکست کے بعد جب سندھ کی ابتری اور بدنظمی کی وجہ سے ہزاروں باعزت اور بزرگ خاندان اپنے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے، تو شیخ قاسم اپنے برادر بزرگ شیخ طاہر محدث کے ہمراہ اپنے وطن مالوف سے نکل کر احمد آباد پہنچے۔

قیام احمد آباد | شیخ طاہر کچھ عرصہ کے لیے احمد آباد میں مقیم ہوگئے، احمد آباد میں ان کے زمانۂ قیام کی تعیین مشکل ہے، یہاں آنے کے بعد مشہور بزرگ حضرت محمد غوث گوالیاری کے زیر تربیت مراتب عالیہ طے کیے اور خلافتِ شطاریہ سے سرفراز ہوئے۔[2]

ایلچ پور میں قیام | پھر اپنے اعزاء اور اقرباء کے ساتھ احمد آباد سے ایرچ پور[3] ایلچ پور (برار) پہنچے، یہاں کے حاکم تفاول خاں کی عقیدت مندی نے ایلچ پور میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، آپ مدرسۂ عماد شاہیہ میں درس و تدریس میں مصروف ہوگئے، اور شہر کے عوام و خواص آپ سے مستفیض ہونے لگے۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت | ۵ ذی الحجہ یوم یکشنبہ ۹۶۲ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۵۵۵ء کو شاہ عیسیٰ پیدا ہوئے، شیخ طاہر محدث نے اپنے چچا میسحا کے نام کی مناسبت سے ان کا نام عیسیٰ رکھا، شاہ عیسیٰ کی ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے والد کے زیر سایہ ہوئی، نو سال کی عمر میں کلام اللہ

---

[1] کشف الحقایق ورق، [2] احمد آباد میں قیام کی وجہ اور تفصیل قیام اور مراتب عالیہ طے کرنے کے بیان کے لیے ملاحظہ کیجئے کشف الحقایق ورق ۳، [3] کشف الحقایق ورق ۸

حفظ کرلیا، پھر تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کی تعلیم اپنے عم محترم شیخ طاہر محدث سے حاصل کی،

حضرت شیخ قاسم کا انتقال اور برہان پور میں آمد

پانچ محرم ۹۸۱ھ مطابق پنجشنبہ ۲۸ مئی ۱۵۷۳ء کو شیخ قاسم کا ایلچپور میں انتقال ہوگیا[۱]، اس حادثہ کے بعد شیخ طاہر محدث اپنے اعزا اور اقربا کے ہمراہ ایلچ پور سے برہان پور چلے آئے، اور شہر کے شمالی حصہ میں سکونت اختیار کی یہ حصہ علماء و فضلاء کی سکونت گزینی کے باعث "محلہ سندھیاں" کہلانے لگا اور اب سندھی پورہ کہلاتا ہے،

یہاں آنے کے بعد شیخ عیسیٰ حضرت شیخ یوسف برگالی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے، اور پانچ سال کے قلیل عرصہ میں جملہ علوم متداولہ میں مہارت حاصل کرلی اور پچیس سال کی عمر میں صاحب فضل و کمال ہوگئے،

ارادت وبیعت

علوم ظاہری میں تکمیل کے بعد طلب حق کا جذبہ پیدا ہوا[۲]، اور مرشد کامل کی تلاش میں اکبرآباد روانہ ہوگئے، اور اجین، سارنگ پورہ اور گوالیار ہوتے ہوئے قاضی جلال الدین ملتانی کی خدمت میں آگرہ پہنچے[۳]، کچھ دنوں تک ان سے استفادہ کیا،

جب ملا حکیم عثمان سندھی الصدیقی برہان پور آئے تو شیخ طاہر محدث نے شیخ عیسیٰ کو واپس بلالیا، ان سے انھوں نے علم قرأت حاصل کیا،

شاہ عیسیٰ نے بہت سے علماء سے علوم ظاہری حاصل کیے، مگر جس رہبر کی تلاش تھی وہ نہ ملا، آخر کار شیخ محمد عارف کی خدمت میں پہنچے، اور چند ہی دنوں کی صحبت میں ان سے ارادت و عقیدت مضبوط ہوگئی، اور بیعت سے مشرف ہوکر دولت سرمدی سے فیضیاب ہوئے[۴]،

---

[۱] کشف الحقائق ورق ۸ [۲] گلزار ابرار ورق ۱۳۱ [۳] کشف الحقائق ورق ۸، برہانپور سے آگرہ تک سفر کی تفصیلات کیلیے ملاحظہ کیجیے، کشف الحقائق ورق ۱۰، ۱۱ [۴] ارادت وبیعت کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے، کشف الحقائق،

حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کے بعد پیر کی خدمت میں رہ کر راہ سلوک طے کی اور دو تین اربعین میں ان کا باطن گوناگوں تجلیات سے منور ہوگیا، ان تجلیات اور فیض باطنی کے اثرات ان کی تمام تصانیف میں جلوہ گر ہیں،[1]

فیض باطنی کے حصول کے بعد مرشد نے خلافتِ شطاریہ اور چودہ خانوادوں کی اجازت اور خلافت سے سرفراز کیا. لیکن خاص سلسلہ شطاریہ تھا،

مرشد کا پورا نام اور لقب شاہ لشکر محمد عارف ہے اسلئے انھوں نے اپنا لقب "جنداللہ" اختیار کیا، اور جندی تخلص کرتے تھے،

اس کے بعد اپنی بقیہ زندگی عبادت و ریاضت، درس و تدریس اور طالبانِ حق کی رشد و ہدایت اور تہذیب و تربیت میں بسر کی

اکبر کا اسیر پر حملہ[2] جب اکبر نے ۱۰۰۸ھ میں اسیر پر حملہ کیا، تو بہادر شاہ فاروقی آخری فرمانروائے خاندیش نے قلعۂ اسیر میں پناہ لی اور برکت کے لیے حضرت مسیح کو وہاں لے گیا،

اس سنگین قلعہ میں رسد کا کافی سامان تھا، اس لیے محاصرہ نے طول کھینچا، اکبر کو بتلایا گیا کہ صاحبِ دعوت حضرت عیسیٰ قلعہ میں موجود ہیں، ان کی موجودگی میں قلعہ فتح ہونا مشکل ہے، اسلیے اکبر ان سے بدظن ہوگیا، اور گیارہ مہینہ کے طویل محاصرہ کے بعد جب (رجب ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۱ء میں) قلعہ فتح ہوا، تو دوسرے محصورین کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو بھی قید کر لیا گیا، اور اکبر نے حضرت کو ایک درباری امیر کی نگرانی میں دیدیا، اس نے ان کو گھوڑوں کے اصطبل میں رکھا،[3] مگر ان کے حالات و تصرفات سے واقف ہونے کے بعد جلد ہی ان کا معتقد ہوگیا،

---

[1] گلزار ابرار قلمی (۳۴۳ ورق) [2] اسیر اور اس پر اکبر کے حملہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ کیجئے راقم السطور کا مضمون اسیر (ہندی، انگریزی) [3] ثمرات الحیات ورق ۴۹،

آگرہ واپس ہوتے وقت اکبر نے ان کو حضرت شیخ بڈھ[1] کی سپردگی میں دیا، چند دنوں کے بعد شیخ بڈھ نے اکبر سے حضرت عیسیٰ کے حالات بتلاتے وقت ان سے سوء ادب کی معافی چاہی اور بکمال ادب ان کو رہا کر دیا،[2]

آگرہ سے واپسی کے بعد عمر عزیز کا باقی حصہ بھی طالبانِ رشد و ہدایت کی تربیت اور درس و تدریس میں بسر کر دیا،

وفات ستر سال کی عمر میں ۱۵ شوال ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۶۲۲ء کو برہانپور میں جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کر دی، (۱) فیض عالم اور (۲) ہادی اعظم سے تاریخ وفات نکلتی ہے، انکی وفات پر ان کے ایک معتقد نے مرثیہ لکھا ہے، اس کو آیندہ صفحات میں نقل کیا جائے گا،

ان کا مزار سندھی پورہ میں ایک وسیع احاطہ میں ہے، جس کے گرد چار دیواری ہے جو ابتک زیارت گاہ خلائق ہے، مدرسہ اور خانقاہ کی عمارتوں کے آثار اب بھی باقی ہیں،

سیرت حضرت موصوف جامع کمالات، متقی، پرہیزگار، جید عالم اور توحید کے دلدادہ تھے، ان کی سیرت سنتِ نبوی کا نمونہ تھی، ہر شخص سے اخلاص اور شفقت و محبت سے پیش آتے تھے، آپ کی زندگی متوکلانہ تھی، مگر عام طور سے مشہور تھا کہ آپ کے پاس دولت ہے، اس غلط فہمی کی وجہ یہ تھی کہ اکثر سندھی تاجر اپنا مال حضرت کا مال بتلا کر فروخت کرتے تھے، تاکہ محصلین اور چنگی والے ان کے ساتھ رعایت کریں،

جو رقم بطور نذرانہ اور فتوح آتی تھی، وہ فقراء اور مستحقین میں تقسیم کر دیجاتی تھی، یہ خدمت میاں شیخ محمد کے سپرد تھی، عبد الرحیم خانخاناں اکثر نصف شب کے بعد نذرانہ بھیجتا تھا، حضرت موصوف اسی وقت میاں شیخ محمد کو ان کے سپرد کر دیتے تھے،

---

[1] اصلی نام شیخ عبد اللہ تھا، شیخ محمد غوث گوالیاری کے صاحبزادے تھے [2] کشف الحقائق ورق ۵۵ [3] ایضاً ورق ۹۶

نذر کا معتد بہ حصہ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر اور ضروریات پر بھی خرچ ہو جاتا تھا، اس کے بعد بہت کم بچتا تھا، ان کی وفات کے بعد قرض ان کے لڑکوں نے ادا کیا۔[۱]

خانقاہ کا ایک دستور العمل تھا، اور تمام درویش اس کے تحت زندگی بسر کرتے تھے، کچھ خانقاہ نشین جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے، ان کو بیچ کر زندگی بسر کرتے، کچھ کتابوں کی نقل اور تصنیف تالیف کے ذریعہ روزی پیدا کرتے اور بعض متوکلانہ زندگی بسر کر رہے تھے، بہت سے درویشوں کو روزانہ خانقاہ سے کھانا ملتا تھا،

حضرت کو اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں سے بڑی محبت تھی، ان سے کمال شفقت سے پیش آتے تھے، ان کے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے، مریدوں کی باطنی اصلاح کیجانب خاص توجہ فرماتے تھے، امیر و غریب کے ساتھ مساویانہ سلوک تھا، آپ کی محفل میں عبد الرحیم خانخانان کو بھی فقرا پر ترجیح نہ دیجاتی تھی، آپ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد خانقاہ میں آجاتے، مریدوں اور طالب علموں کو حدیث فقہ اور تفسیر وغیرہ کا درس دیتے، طریقہ درس نہایت مؤثر تھا، آیات و احادیث اور اشارات و نکات کی تشریح دلنشین انداز میں بیان کرتے تھے جس سے آپ کے درس میں بڑی دلکشی پیدا ہو جاتی تھی، زیر بحث موضوع پر مفصل روشنی ڈالتے تھے، کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جاتا تھا، آپ کے علمی تبحر اور زہد و تقوی کا اتنا عالمگیر شہرہ تھا کہ دور دراز کے طلبہ آپ سے تحصیل علم کے لیے آتے، کشف الحقایق میں کابل اور سرندیپ تک کے طلبہ کا ذکر ہے،

اولاد و اعزہ آپ کی اولاد میں دو صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی کا پتہ چلتا ہے، بڑے صاحبزادے شیخ عبد الستار (مدفون برہان پور) چھوٹے لڑکے شیخ فتح محمد محدث (مدفون مدینہ منورہ) صاحبزادی حضرت بی بی راستی۔ حضرت کے دو بھائی تھے، شیخ عثمان اور شیخ سلیمان، یہ دونوں سپاہی اور

---

[۱] کشف الحقایق ورق ۹۹

حضرت شاہ لشکر محمد عارف کے مرید تھے، اور راجہ علی خان فاروقی (والی خاندیس) کے یہاں حفاظتی دستہ میں ملازم تھے، سلیمان عالم و فاضل اور شاعر تھے، سینی تخلص کرتے تھے، عین المعانی میں انکی کچھ رباعیات ملتی ہیں، دونوں بھائی راجہ علی خاں فاروقی کی طرف سے سہیل خاں دکنی کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔[1]

خلفاء و معتقدین | آپ کے خلفاء میں حضرت برہان الدین راز الٰہی، ملا ابوالخیر ملتی، شیخ محمد صدیق، ملا عبدالعزیز لاہوری، ملا یوسف، شیخ محمود، سید یعقوب مرزا فتح پوری، اسماعیل فرحی، عبدالستار خلیل، میران عبدالرحمٰن، اور معتقدین میں نواب عبدالرحیم خانخاناں، مرزا داراب خاں، عاقل خاں رازی، ملا شیخ عثمان، سنبل (غلام) قابل ذکر ہیں،

اسناد شاہی | شاہان مغلیہ نے حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کی اولاد کی معاشی امداد کے لیے وقتاً فوقتاً جو اسناد عطا کی ہیں، ان میں سے دو نقل کیجاتی ہیں، پہلی سند شیخ فتح محمد محدث کے نام سے ہے، اور شاہ جہاں کی عطا کردہ ہے۔

اللہ اکبر

بمہر ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحب قران ثانی شاہ جہان بادشاہ غازی دریں وقت فرمان عالی شان سعادت نشان شرف اصدار و عز ازدہ یافت کہ موضع کولی کھیڑا من اعمال زین پور صوبہ خاندیس در وبست پنج از حصہ از جملہ شش حصہ ربیعی ...... درجہ مدد معاش حقایق آگاہ معارف دستگاہ شیخ فتح محمد محدث ولد مرحوم شیخ عیسیٰ سندھی با فرزندان حسب الضمن مقرر تفویض باشد کہ محاصلات ایں .... صرف معاش خود ہا نمودہ بدعاگوئی دوام دولت ابد پیوند اشتغال می نمودہ باشد می باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و متصدیان

---

[1] کشف الحقائق ورق ۱۲۱ الف

مہمات وکروڑیان حال و استقبال در استمرار و استقرار این حکم اعلیٰ اقدس کوشیده آں موضع را در وبست بہ تصرف ....

....

بداں بازدہند، و بہ علت حال وجہات و اخراجات شل قتلغہ و پیش کش و محصلانہ و مہرانہ و داروغگاہ بیگار و شکار و دہ نیمے وصد دوے و قانون گوئے و دیش کھ و دیش پانڈے و کل تکالیف دیوانے و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند، و دریں باب بر سالے فراز دیر و انچہ مجدد نطلبند و از ہرچہ تخلف نورزند

تحریر فی التاریخ ....

سند کا نقوط زدہ حصہ کرم خوردہ اور آب زدہ ہے۔

دوسری سند مسماۃ امت الجلیل بنت محمد بن شہاب الدین کے نام ہے،

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ

مُہر	محمد معین الدین عالمگیر ثانی فرمان ابوظفر بادشاہ غازی فرخ سیر

دریں وقت میمنت اختران فرمان والاشاہ واجب الاذعان عمادر شد کہ موضع کارکھیڑہ متعلق پرگنہ زین پور صوبہ خاندیس در وبست بجمیع چہل وہشت ہزار دام کہ پانصد وہشت روپیہ می حاصل آنست از ابتدائے سن شریف ئیلان ئیل (؟) در وجہ مدد معاش مسماۃ امت الجلیل بنت محمد عبداللہ نبیرۂ قدوۃ الواصلین شیخ عیسیٰ قدس سرہٗ بلاقید اسامی وقسمت حسب الضمن مقرر یا شد، باید کہ حکام وعمال و متصدیان مہمات وجاگیرداران و دریان حال و استقبال موضع مذکور را بتصرف وابستہ ہائے مسماۃ مذکور باز گذارند

واز جمیع وجوہ وعوارض معاف ومرفوع القلم شمارند و دریں باب ہر سال سند مجدد طلبند۔

سوم محرم الحرام سال دوم از جلوس والا

نوشتہ شد

تصانیف

حضرت مسیح الاولیا کی حسب ذیل تصانیف اب تک معلوم ہو سکی ہیں،

(۱) روضۃ الحسنیٰ (۲) عین المعانی (۳) انوار الاسرار (۴) حواس پنجگانہ (۵) حاشیہ بر اشارات غزالی

(۶) شرح قصیدۂ بردہ (۷) قبلۃ المذاہب اربعہ (۸) حاشیہ بر شرح ضیائیہ (۹) تفسیر محمدی

(۱۰) تتمیم شرح مائۃ عوامل (۱۱) رسالہ عقود (۱۲) شرح دو رباعیات — اسرار الوحی

(۱۳) رسالہ دقیقہ (۱۴) مجمع البحرین

مذکورۂ بالا تصانیف کے مطالعہ سے ان کے علمی تبحر کا پتہ چلتا ہے، آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، معانی، بیان جملہ فنون میں عبور حاصل تھا، عروض اور شاعری میں ید طولیٰ رکھتے تھے، جملہ اصنافِ سخن پر قدرت رکھتے تھے، معماگوئی اور تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا، آپ کی اکثر تصانیف میں آپ کے اشعار ملتے ہیں، غالباً علیحدہ کوئی مجموعۂ کلام نہیں ہے، عاقل خان رازی نے ثمرات الحیات میں یک غزل نقل کی ہے،[1]

اے طوطی خوش گو بہ منقار دو عالم	شد آئینہ روے تو رخسار دو عالم
خواہی بہ رخ خویش زہر گوز تماشہ	ورنہ غرضت چیست ز اظہار دو عالم
زلفِ سیہت در تتق غیب نہاں بود	ظاہر شدہ در کسوت اغیار دو عالم
آن جان جہاں کز خود و ز غیر نہاں بُود	گشت است عیاں بر سر بازار دو عالم
جندی نشین حرمِ معشوق زمانے	چوں ہست دلت مخزنِ اسرار دو عالم

[1] ثمرات الحیات قلمی ورق ۵۳ الف

روضۃ الحسنیٰ۔ اسمارِ حسنیٰ کی فارسی شرح ہے،

رسالہ جواس پنجگانہ۔ جواس پنجگانہ پر فارسی میں مختصر تصنیف ہے، یہ رسالہ اپنے مرید خلیفہ شیخ صدر جہاں دھار، وال کی درخواست پر لکھا تھا۔[1]

رسالہ قبلۃ المذاہب۔ فارسی زبان میں اہل تصوف کے اشارات کی توضیح ہے،

حاشیہ بر شرح ضیائیہ۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے کافیہ پر جو شرح لکھی ہے، اس پر یہ مشرح حاشیہ ہے، عبدالستار کے زمانۂ درس میں تصنیف کی گئی ہے، مولانا عبدالغفور برہانپوری اور مولانا عصام الدین کے حاشیوں کے مقابلہ میں اس کی زبان صاف وشستہ اور بیان میں دلکشی ہے، گلزار ابرار کے مصنف نے اس کتاب کی شیرینی بیان کی تعریف کی ہے،[2]

فتح محمدی۔ یہ کتاب فتح محمد کے لیے تالیف کی تھی،

تتمیم شرح مایۃ عوامل۔ اس کتاب کا آغاز فتح اللہ شیرازی نے کیا تھا، لیکن ان کی ناگہانی موت کے باعث نامکمل رہ گئی تھی، ان کے چچیرے بھائی میر سید علی کی درخواست پر حضرت مسیح الاولیاء نے اسکو پورا کیا،[3]

رسالہ عقود۔ ارباب حدیث ہاتھ کی انگلیوں سے جو گنتی شمار کرتے ہیں، اسمیں اس کا طریقہ بتلایا گیا ہے،

شرح رباعیات اسرار الوحی۔ اسرار الوحی سے متعلق دو رباعیوں کا ترجمہ اور انکی شرح ہے،

مجمع البحرین۔ اس کتاب کا ذکر صرف تاریخ برہانپور میں ملتا ہے فارسی زبان میں ہے،

حاشیہ بر اشارات غریبہ۔ "اشارات غریبہ" انسان کامل۔ عبدالکریم جیلی کی تصنیف ہے، اشارات کی واضح اور عمدہ شرح ہے۔ یہ کتاب سید احمد دکھنی (خلیفہ حضرت شیخ وجیہ الدین علوی) کی شاگردی کے زمانہ میں لکھی گئی ہے۔

رسالۂ دقیقہ۔[4] مختصر رسالہ ہے، اس میں تعینات اور حقیقت محمدیہ پر بحث کی گئی ہے، اشارات

---

[1] گلزار ابرار قلمی ورق ۴۴۳ [2] ایضاً ۴۴۴ ب [3] ایضاً ۴۴۵ [4] رسالۂ دقیقہ کا احقر کو علم نہ تھا، اس رسالہ کے متعلق تمام معلومات حضرت سید محمد مطیع اللہ صاحب راشد نے دی ہیں۔

کے طور پر ہر شذرہ میں کسی ایک نوع "پر بحث ہے، اور ہر سرخی کا نام دقیقہ ہے، اور اسی رعایت سے

اس رسالہ کا نام بھی دقیقہ ہے،

تفسیر انوار الاسرار۔ قرآن مجید کی یہ عجیب و غریب تفسیر عربی زبان میں ہے، اس کی وجہ تالیف

کے سلسلہ میں فرحی نے لکھا ہے کہ حضرت موصوف کو قرأت، تجوید، نحو، معانی، بیان اور اصول

وغیرہ پر اس قدر عبور حاصل تھا، اور معنوی نکات کا آپ کے اوپر اتنا غلبہ اور ہجوم رہتا تھا کہ فرماتے

تھے کہ سننے والا متحمل ہو سکے تو جی چاہتا ہے کہ پورے قرآن پاک کی تفسیر سورہ فاتحہ میں بیان کر دوں، یہ تفسیر

اسی جوش و ولولہ کا نتیجہ ہے، اس تفسیر کے محض دو جزو کو دیکھ کر شیخ طاہر محدث نے کہا تھا کہ

"این چنین تفسیر را ممکن نیست کہ بے غوث و قطب کسے دیگر گفتن تواند"[1]

اس کی زبان عربی ہے اور عبارتیں مقفی، مسجع، مرصع اور اشعار سے مزین ہیں (یہ تفسیر[2] اگرچہ

صوفیانہ مذاق پر لکھی گئی ہے، لیکن موصوف کی نظر حدیث، روایت اور لغت پر بھی ہے، مثلاً الریح العقیم

کی تفسیر یں ہے،

الریح العقیم الدبور سماھا عقیما لانھا اھلکتہ و قطعت دابرھم

وقیل لا برکۃ فیھا ولا یاتی بخیر وفی البخاری نصرت بالصبا واھلکت

عاد بالدبور اولانھا خربت دیارھم واعدمت آثارھم من قولھم الھلاک

وعقیم یوم القیمۃ لانہ لا یوم بعدہ

اختلاف قرأت سے بھی اعتنا کیا گیا ہے، ہر سورہ کی ابتدا میں اسی سورہ کی مناسبت سے

بسم اللہ کی تضمین کی ہے، مثلاً سورہ طور کی اس طرح تضمین کی ہے،

بسم اللہ الجامع المتجلی بالطور الرحمٰن بالکتاب المسطور الرحیم بالرق المنشور

---

[1] کشف الحقائق ورق ۱۱۴ [2] (قوسین میں مندرج عبارت حضرت راشد کے کرم نامہ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ رحمٰن کی تضمین میں ہے

بسم اللہ الجامع المتجلی بالتعین الاول والانسان الرحمن بتعلیم البیان الرحیم بقولہ لمن خاف مقام ربہ جنتان

اس میں تفسیر عراقی کی اعباسی سلمی، مجمع البحار، معالم، جامع البیان وغیرہ کے حوالے بھی موجود ہیں،

اس تفسیر میں بعض بعض آیات کی کئی کئی توجیہات بیان کی ہیں، عاقل خاں رازی نے ثمرات الحیات[1] میں لکھا ہے کہ حضرت برہان الدین رازی نے آیات متشابہات کی تفسیر کے ضمن میں بتلایا ہے کہ تفسیر انوار الاسرار میں "آیۂ کریمہ یاایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ" کی نو سو وجوہ بیان کی ہیں۔

عین المعانی۔ یہ نادر روزگار تصنیف اوراد و وظائف سے متعلق ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ کی بسوط شرح ہے، اس کی تمہید میں لکھتے ہیں کہ ۹۹۰ھ میں برہانپور میں

"روزے یکے از محبت شعار باخلاص رسالہ روضۃ الحسنیٰ فی شرح اسماء الحسنیٰ کہ مختصر از مؤلفات ایں ضعیف است، درسہ حافظ سمت تحریر یافتہ بود آورد و آغاز نوشتن کرد، ایں ضعیف بارادۂ آں کہ در کتابت ایں رسالہ مشارکت نمودہ اعانت نماید ادراق از دست او گرفتہ سطرے چند در نوشت۔ بعضے معنی جدید در حین کتابت در خاطر دارد گشت و در مقربان شد کہ معنی ثانی از معانی اولیٰ دالنسب می نماید و می شاید کہ ایں نوع از ایں نوع عین حکمت حکیم است کہ زمام قلم اعلیٰ قلم اسفل بدست مشیت و انگشت ارادت او تسلیم داعیہ دعوت وقت بآں خواند کہ شرحے دیگر ہم باسلوب غریب بہ نظم و نثرے باید نوشت پس بعبارتے کہ مقدور و استطاعت او بود مقصدی انگشت۔

انہ علی مایشاء قدیر و بالاجابت جدیر

آغاز کتاب سے قبل تیس فصلیں ہیں، ہر فصل میں تصوف کے متعلقات پر بحث ہے، اس کے بعد

---

[1] ثمرات الحیات ورق ۵۰

کتاب شروع ہوتی ہے، ہر ایک اسم الہٰی کے لغوی و اصطلاحی معنی اور اس کے اوصاف و خواص کو دل نشین طریقہ پر سمجھایا گیا ہے، اور اس اسم کا ایک لطیف معما شعر میں پیش کیا ہے، پھر ان کے وظیفہ کے اعمال اور سالکین کے لیے ہدایات تحریر کی گئی ہیں، اور جا بجا لطیف اشعار نگینہ کی طرح جڑے ہیں، جس سے خشک اوراد و وظائف کی یہ کتاب بڑی دلکش ہو گئی ہے،

مرثیہ - مرثیہ کا یہ نایاب و نادر نسخہ کتب خانہ درگاہ راز الہٰی برہانپور میں محفوظ ہے، اسکے عنوانات تمامتر فارسی میں ہیں، زبان میں پنجابی کا اثر نمایاں ہے، اس مرثیہ میں ۴۴ بند ہیں، ہر بند میں ۵ شعر اور آخر میں ایک دوہرہ ہے، شروع میں حضرت شاہ عیسیٰ کی تعریف ہے،

عیسیٰ شاہ مہا گرہ گیانے   جا کے گت کنوں نہیں جانے

نین میں جوں نبی ہمارے   یو دلین میں عیسیٰ پیارے

اس کے بعد شاہ لشکر محمد عارف کے مراسم عرس کی تفصیلات ہیں، پھر اپنی " طلب آرائش بہشت، حضرت محمد غوث اور شاہ لشکر کی خانقاہ میں آپ کی آمد، مریدوں اور انکے لڑکوں میں اضطراب کا ذکر ہے، اس کے بعد حضرت کے وصال، تجہیز و تکفین کے حالات اور اطراف و جوانب خصوصاً اہل لاہور کے ماتم، مصنف کے سوز و گداز، حضرت موصوف کی روح کے جنت میں جانے اور دیدار الہٰی سے مشرف ہونے کا تذکرہ ہے، اس طرح یہ طویل مرثیہ ذیل کے بند پر ختم ہوتا ہے۔

کیا کوئی جانے گر کے باتا   ہے وہ بک پیہ کے رنگ راتا

واکے گت واہی نہیں جانے   اور کوئی کیا وہ پچھانے

مورکھ لوگ کٹھن بھید ہیا   معراج نکہیں کہیں مرشیا

مرشیا کیوں کہیو جائے   کو رسلتا جار سمند سمائے

کو رسلتا ہر سمند سمانے   جیون مصری جل جا پچھانے